تقدیم

فقیہ اہل سنت عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی آل مصطفیٰ مصباحی دام ظلہ العالی
جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موبائل کی خبروں سے استفاضۂ شرعی کا حکم

[موبائل وٹیلی فون کی خبروں سے ہلال رمضان وعیدین کے ثبوت کا تحقیقی جائزہ]

رویت ہلال کے ثبوت کے طریقوں میں سے ایک طریق موجب خبر مستفیض بھی ہے، جب ایک شہر میں رویت ہلال ہو جائے اور دوسرے شہر میں خبر رویت محقق طور پر مشہور ومستفیض ہو جس سے یقین شرعی یا غلبۂ ظن ملتحق بالیقین ہو جائے تو اس دوسرے شہر میں چاند ہونے کا شرعاً ثبوت ہو جائے گا۔ اور پہلے شہر والوں کی طرح دوسرے شہر والوں پر بھی روزہ وعید لازم ہوں گے، خواہ دونوں شہروں میں ظاہر الروایہ وقول مفتیٰ بہ پر بُعد المشرقین (مشرق ومغرب کی دوری) ہی کیوں نہ ہو، درمختار میں ہے:

فیلزم اھل المشرق برؤیة أھل المغرب) اذاثبت عندھم روية اولئک بطریق موجب . ردالمحتار میں ہے۔(بطريق موجب) كأن يتحمل اثنان الشھادة أو يشھدا على حكم القاضى أو يستفيض الخبر"[درمختار وردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۴ کتاب الصوم]

خبر مستفیض کا مفہوم: استفاضۂ خبر کا لغوی معنیٰ ہے، خبر کا پھیلنا، خبر کا مشہور ہونا، خبر کا شائع وذائع ہونا، کشف الاسرار میں ہے۔"استفاض الخبر أی شاع ،وخبر مستفيض أی منتشر بین الناس [ج ۲ص ۵۳۴] استفاضۂ لغوی کے استفاضۂ شرعی ہونے کے لئے خبروں کا متحقق ہونا ضروری ہے، یعنی اصطلاح شرع میں خبر مستفیض وہ پھیلی

ہوئی مشہور خبر ہے جو بانحقیق ہو، افواہی نہ ہو، استفاضہ شرعی کے لئے یہی چیز بنیادی واساسی ہے۔

فتاوٰی تاتارخانیہ میں امام شمس الائمہ حلوانی کے حوالے سے ہے: **انّ الصحیح من مذهب أصحابنا أنّ الخبر اذا استفاض وتحقق فیما بین أهل احدی البلدتین یلزمهم حکم أهل هذه البلدة**" ہمارے اصحاب حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ خبر جب مشہور وعام ہو جائے اور دوسرے شہر والوں میں تحقیق کے درجے میں پہونچ جائے تو لوگوں پر اس شہر کا حکم لازم ہو جائے گا۔[فتاوٰی تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۵۵ کتاب الصوم کراچی] درمختار میں ہے: **لو استفاض الخبر فی البلدة الأخریٰ لزمهم علی الصحیح من المذهب. مجتبیٰ وغیره.** [درمختار ج ۲ ص ۳۵۹]۔

بحر الرائق میں ہے: **قال الامام الحلوانی من مذهب أصحابنا أن الخبر اذا استفاض من بلدة أخریٰ وتحقق یلزمهم حکم تلک البلدة** [ج ۲ ص ۴۷۱]۔ فتاوٰی رضویہ میں ہے: ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اس کے ساتھ تحقیق ہو جانے کی قید زیادہ فرمائی [فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۶۲] ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک شہر کی خبر رویت دوسرے شہر میں پھیل جائے، مشہور ہو جائے اور یہ خبر محقق ہو نہ کہ محض حکایت یا افواہی، تو اس خبر مستفیض پر حکم شرعی کا مدار ہوگا۔

یہاں بنیادی بات یہ ہے کہ مشہور ہونے والی خبر کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک افواہ، دوسری استفاضہ، **شہرت افواہ** یہ کہ فلاں بلدہ (شہر) میں فلاں روز چاند ہوا جیسے بعض خبریں شہر میں مشتہر ہو جاتی ہیں اور ان کا اشاعت کنندہ معلوم نہیں [فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۳۹]

ردالمحتار میں ہے: **لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدّث بها سائر أهل البلدة ولا یعلم من أشاعها** [ردالمحتار ج ۲ ص ۱۰۲] یعنی خبر پھیل جائے مگر پھیلانے والا معلوم نہ ہو جیسا کہ کبھی کبھی بعض خبریں شہروں میں پھیل جاتی ہیں اور پھیلانے والا معلوم نہیں ہوتا۔

اور "**استفاضہ**" اسی خبر مشہور کو کہیں گے جو افواہی نہ ہو، یہ شرعاً معتبر ہے اور ثبوت

رویت ہلال کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے، اس استفاضہ کے تعلق سے

فتاوٰی رضویہ میں ہے: یہ خبر اگر چہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے، نہ کسی شہادت پر شہادت، نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت، نہ کتاب قاضی پر شہادت، مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبۂ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا [فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۵۲ سنی دارالاشاعت مبارک پور]

فتاوٰی تاتارخانیہ، درمختار، بحرالرائق وغیرہ کے حوالے سے جو وضاحت اوپر پیش کی گئی اس میں مطلق طور پر خبر کا مستفیض و متحقق ہونا مذکور ہے، تحقق کو کسی ایک صورت سے خاص نہیں کیا گیا ہے۔

علامہ رحمتی اور معنی استفاضہ: علامہ رحمتی نے استفاضہ کا معنی یہ بیان کیا کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آئیں، اور ہر ایک یہ خبر دے کہ اس شہر کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا، محض خبر کا مشہور ہونا کافی نہیں، جب تک یہ علم نہ ہو کہ مشہور کرنے والا کون ہے؟

علامہ شامی نے ردالمحتار میں علامہ رحمتی کا قول بایں الفاظ نقل کیا ہے: **قال الرحمتی: معنی الاستفاضة ان تأتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن أهل تلک البلدة أنهم صاموا عن روية لامجرد الشیوع من غیر علم بمن أشاعه.** [ردالمحتار ج ۲ ص ۳۵۹ کتاب الصوم] علامہ رحمتی نے استفاضہ کا جو معنی بیان کیا ہے جس میں بلدۂ ثبوت سے متعدد جماعتوں کے آکر خبر دینے کی قید ہے، تو یہ قید واقعی کے طور پر ہے اور یہ دراصل ستفاضہ کو افواہ سے ممتاز کرنے کی ایک وضاحت اور استفاضہ کے تحقق کی ایک صورت ہے، اس تعریف میں کثیر افراد کا آنا اور ان کا جماعت در جماعت ہونا قید احترازی یا شرط لازم کے طور پر نہیں کہ استفاضہ اسی معنی کے ساتھ خاص اور اسی میں منحصر ہو، کیوں کہ: **اولاً:** امام شمس الائمہ حلوانی جنہوں نے اصحاب حنفیہ کا مذہب صحیح استفاضۂ خبر کے معتبر ہونے کے تعلق سے تحریر فرمایا تو اُسے مطلق ذکر فرمایا حیث قال: **ان الخبر اذااستفاض وتحقق** یعنی جب خبر مشہور ہو جائے اور متحقق ہو جائے اور تحقق کے لیے کسی ایک صورت کو مخصوص نہ فرمایا جس کا اطلاق اس بات کا مقتضی ہے کہ مقصود شرع تحقق خبر ہے اور افواہ سے ممتاز کرنا، چاہے زمانہ وعہد کے لحاظ سے تحقیق کی

جو بھی معتبر صورت ہو، علامہ رحمتی و علامہ شامی کے زمانے میں تحقیق کی جو صورت تھی وہ بیان ہوئی، افواہ سے ممتاز کرنے کا جو طریقہ تھا وہ ذکر کیا گیا۔

چنانچہ منحۃ الخالق میں ہے: المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التي لم يثبت بها. جس شہر میں ثبوت ہلال ہو چکا اس شہر سے آنے والوں کے ذریعہ لگا تار خبر موصول ہو۔ اس کے بعد فرمایا گیا۔ "لا مجرد الاستفاضة لأنها قد تكون مبنيّة علىٰ اخبار رجل واحد مثلاً فيشيع الخبر عنه، ولا شك أن هذا لا يكفي بدليل قولهم. اذا استفاض وتحقّق. فان التحقق لا يكون الا بما ذكرنا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ استفاضہ سے مراد خبر کا صرف مشہور ہو جانا نہیں ہے کیوں کہ کبھی ایک آدمی کی بات بھی مشہور ہو جاتی ہے۔ جب کہ شرعاً یہ شہرت کافی نہیں، جس کی دلیل فقہا کا یہ قول ہے۔ "جب خبر مشہور ہو جائے اور محقق ہو جائے" کیوں کہ تحقق کی صورت وہ ہے جو ہم نے ذکر کی۔

پوری عبارت کو دقت نظر سے دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ علامہ شامی اپنے عہد کے لحاظ سے تحقق خبر کی صورت اور افواہ سے ممتاز کرنے کا طریقہ ذکر فرما رہے ہیں دوسرے طرق صحیحہ سے تحقق خبر کی نفی مقصود نہیں، یہی مفاد علامہ رحمتی کے قول کا بھی ہے۔ جن کا معنی استفاضہ انھیں کے الفاظ میں ہم اوپر ذکر کر آئے (معنى الاستفاضة أن تاتي من تلك البلدة جماعات متعددون كل منهم يخبر عن أهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية، لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه) معنی استفاضہ کے ساتھ۔ لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه. کہنے کا حاصل اور مقصود اصلی افواہ سے امتیاز ہے۔ کیوں کہ دونوں بزرگوں نے "مجرد شیوع" کی جو وضاحت پیش کی اس کا مفاد یہی ہے کہ افواہ میں اشاعت کنندگان مجہول ہوتے ہیں، یا فرد واحد کی خبر پھیل جاتی ہے۔ اگر خبر دینے والے کثیر افراد ہوں اور وہ سب معلوم ہوں نہ کہ مجہول، تو خواہ آ کر خبر دے یا بغیر آئے ایسی خبر کو افواہ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن۔ چوں کہ ان حضرات کے زمانے میں اشاعت کنندگان کے معلوم ہونے کی یہی صورت تھی کہ وہ آ کر خبر دیں۔ اس لئے انھوں نے یہ صورت ذکر فرمائی۔

اور خبر مشہور افواہ سے اسی وقت ممتاز ہوگی جب با تحقیق ہو، اور تحقق کی صورت ان کے زمانے میں یہی تھی کہ بلدۂ ثبوت سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب اپنے علم سے خبر دیں۔ اور کلام اعلیٰ حضرت کا مآل بھی یہی کہ فرماتے ہیں۔ ''مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتہ نہیں، پوچھئے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ انھوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہوگئی، ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں'' [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۲]

اگر علامہ رحمتی کے بیان کردہ معنی استفاضہ میں ذکر کردہ قیدیں قیود احترازی ہوں اور شرط لازم کے طور پر ہوں، تو لازم آئے گا کہ علامہ شامی نے ''منحۃ الخالق'' میں جو معنی بیان کیا وہ استفاضہ شرعی نہ ہو، کیوں کہ علامہ رحمتی کی تعریف میں اجمالی طور پر دو قیدیں بلفظ دیگر دو شرطیں ہیں۔ (۱) متعدد جماعتوں کا آنا، (۲) ہر ایک کا خبر دینا کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا۔ **منحۃ الخالق** کی عبارت میں ''**جماعات متعددون**'' یعنی قید و شرط اول بجمیع الوجوہ نہیں پائی جاتی۔ نیز لازم آئے گا کہ فقیہ فقید المثال امام احمد رضا نے جو استفاضہ کا دوسرا معنی بیان کیا اور جو علامہ شامی سے الگ ایک دوسری صورت استفاضہ ہے، اور وہ یہ ہے! [اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے، جن کا بیان مورث یقین شرعی تھا۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۳] وہ علامہ رحمتی کی تعریف کے پیش نظر استفاضہ نہ ہو کہ اس میں بلدۂ ثبوت سے اس بات کی خبر دینا نہ پایا گیا کہ ''وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا''۔ تو بات وہیں جا کر ٹھہرے گی اور ماننا پڑے گا کہ مقصود اصلی خبر مستفیض کا باتحقیق ہونا ہے اور تحقق خبر کسی خاص صورت سے مخصوص نہیں۔ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت نے تار کی خبر کے غیر معتبر ہونے کی وجہ کے بیان میں فرمایا: تار کی خبر مجہولین، فساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے، ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۲۱ سنی دار الاشاعت مبارک پور]

کلام الامام امام الکلام۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ تار کی خبر میں بلدۂ ثبوت سے متعدد

جماعتوں کا آکر بیان دینا نہیں پایا جاتا، جو استفاضہ شرعی کے لئے ضروری ہے اس لئے یہ معتبر نہیں، بلکہ فرمایا' تار کی خبر مجہولین، فساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے' (جس کی تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ)۔

اس سے واضح ہے کہ تار کی خبر میں اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ خبر دینے والے مجہول نہ ہوں، معلوم ہوں، خبر دہندگان فاسق وکافر نہ ہوں غیر فاسق وغیر کافر ہوں۔

پھر بے تحقیق خبر کا مفہوم خود ہی بیان فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"بے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگر چہ تمام اہل شہر کی زبان پر ہو، کان رکھنے کے قابل نہیں ہوتیں، نہ کہ ان سے کسی حکم شرعی کا اثبات، انصاف کیجئے تار کی یہی حالت ہے، شہر والے ہرگز یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہوئی، تار کے فارم کس نے لکھے، تار بابو کو فارم دینے کون گیا تھا، تو وہی رہا۔ لا یعلم من أشاعها اور استفاضہ لغوی کے ساتھ "وتحقق محقق نہ ہوا" [فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۴۴ سنی دار الاشاعت مبارک پور]

موبائل کا حال تار سے بہت مختلف ہے اس میں وسائط نہیں ہوتے، مخبر کی خبر براہ راست موصول ہوتی ہے، یہ خبر لا یعلم من أشاعها کی منزل میں نہیں ہوتی کہ اسے بے تحقیق وافواہ کہہ کر غیر معتبر ٹھہرایا جائے، کیوں کہ اگر موصولہ خبر حد شہرت کو نہ پہونچی ہو تو چوں کہ یہ نہ شہادت ہے نہ استفاضہ اس لئے غیر معتبر ہے، اور اگر حد شہرت کو تو پہونچی ہو مگر محقق نہ ہو بے تحقیق ہو تو لا یعلم من أشاعها کی منزل میں ہونے کی وجہ سے یہ بھی غیر معتبر ہے، اور اگر حد شہرت کو پہونچی ہو اور باتحقیق ہو تو یہ استفاضۂ شرعی ہے اور عند الشرع معتبر ومقبول ہے، خواہ یہ خبر موبائل ہی سے کیوں نہ موصول ہوئی ہو۔ لہذا اگر مختلف جگہوں سے اتنے کثیر افراد رویت ہلال کی خبر دیں جن پر جماعات متعددہ کا اطلاق ہو سکے تو "استفاضۂ شرعی" کا تحقق ہو جائے گا۔ جس کی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

ثانیاً: معنی استفاضہ میں علامہ رحمتی کی ذکر کردہ قید کے واقعی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مجتہدین فی المذہب مثل قاضی الشرق والغرب امام ابو یوسف ومحرر مذہب امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے استفاضۂ شرعی میں ہر جانب سے بطریق تواتر خبر کے موصول ہونے کا اعتبار کیا ہے، نہ کہ مخبرین (خبر دینے والے) کے گروہ در گروہ آکر خبر دینے کا، اور اسی

کومحقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام نے بھی اختیار فرمایا۔

چنانچہ شلبی علی التبیین میں ہے:" والحق ماروی عن محمد وأبی یوسف رحمهما الله أيضا أن العبرة لتواتر الخبر و مجيئه من كل جانب فتح" [حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج۱ص ۳۲۱]

فتاوی رضویہ میں بحر الرائق کے حوالے سے ہے: وفي البحر عن الفتح: والحق أن العبرة لمجي الخبر و تواتره من كل جانب' [فتاوی رضویہ ج۳ص ۵۳۷ سنی دارالاشاعت مبارک پور] 'اور حق یہ ہے کہ استفاضۂ شرعی میں اعتبار ہر جانب سے بطریق تواتر خبر کے موصول ہونے کا ہے، متقدمین فقہا وائمہ مذہب نے تحقق استفاضہ کے لئے "مجي الخبر" کی بات ارشاد فرمائی نہ کہ مجي المخبرين کی جس سے واضح ہے کہ مخبرین کا آکر خبر دینا شرط لازم نہیں۔

ثالثا: فتاوی رضویہ میں عقود الدریہ کے حوالے سے خبر مشہور اور متواتر کی جو تعریف ذکر فرمائی گئی ہے وہ بھی پیش نظر رہے۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

(امشهور المتواتر) هو ان يشتهر ويسمع من قوم كثير لايتصور اجتماعهم على الكذب (فتاوی رضویہ ج۴ص ۵۵۴ سنی دارالاشاعت مبارک پور]

مشہور متواتر وہ خبر ہے جو مشہور اور اتنے لوگوں سے مسموع ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق متصور نہ ہو" یہاں استفاضہ یعنی خبر مشہور ومتواتر کی تعریف میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ بلدۂ ثبوت سے متعدد جماعتیں آکر بیان دیں۔ بلکہ یہ بتایا گیا کہ اتنے لوگوں سے وہ خبر مشہور ومسموع ہو جن کا کذب پر اتفاق متصور نہ ہو۔

علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر، علامہ ابن نجیم حنفی صاحب بحر الرائق، صاحب عقود الدریہ، صاحب شلبی علی التبیین وغیرہم کی یہ فقہی دقت نظر ہے کہ ان حضرات نے شہرت وتواتر کا ایسا جامع معنی بیان فرمایا جس کا اطلاق "جماعت در جماعت کے آکر بیان کرنے" پر بھی درست ہے اور جدید ذرائع ابلاغ ٹیلی فون وموبائل کے ذریعہ موصولہ محقق مستفیض خبروں پر بھی درست وصحیح ہے اور یہ کہ اول کی طرح ثانی بھی حجت شرعیہ ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں ہلال روزہ

وعید کیلئے جو جماعت عظیم کا بیان درکار ہے اس میں حریت وعدالت شرط نہیں۔
غلام یا کھلے فساق ہوں جب بھی حجت شرعیہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے: شرط القبول عند عدم علة فی السماء لهلال الصوم او الفطر اخبار جمع عظیم ...... ولا یشترط فیهم العدالة (امداد) ولا الحریة ولا الدعوی (قہستانی)
[ملخصاً ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۵۶] اور اگر خبریں حد تواتر کو پہونچ جائیں تو اس میں اسلام کی بھی شرط نہیں ایسی صورت میں مسلم وکافر سب کی خبریں مقبول ومعتبر ہوں گی۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ورنہ مطلع صاف ہو تو ایک جماعت عظیم چاہئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبۂ ظن حاصل ہو جائے، کہ ضرور چاند ہوا، اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں، اور اگر کثرت حد تواتر کو پہونچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم وکافر سب کی مقبول ہے (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۵۴ سنی دارالاشاعت مبارک پور)

رابعاً: خبر مستفیض از قبیل شہادت نہیں بلکہ از قبیل خبر ہے اور شہادت کی قسیم، واقعہ کی اطلاع دینے کو بلفظ دیگر محکی عنہ کی حکایت کو خبر کہتے ہیں۔ خبر کی ماہیت یہی ہے۔ اس کیلئے یہ ضروری نہیں کہ مخبر جہاں خبر پہونچائے وہاں حاضر بھی ہو، مخبر متعلقہ مقام میں آکر خبر دے جب بھی خبر ہے اور متعلقہ مقام تک نہ آئے اور خبر دے جب بھی خبر ہے۔ چاہے وہ خبر واحد ہو یا مشہور یا متواتر، اور ان میں سے کسی قسم کی تعریف اور اس کی ماہیت میں "آنے" کی قید وشرط نہیں۔ خبر متصل کی اعلیٰ قسم خبر متواتر ہے۔ اس کی تعریف اوپر مذکور ہوئی، علمائے اصولیین نے اسی مفہوم کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔ الخبر المتواتر هو خبر جماعة مفید بنفسه العلم بصدقه (کشف الاسرار، ج ۲ ص ۵۲۲)۔ **"آنے" کی قید و شرط کو لازم قرار دینا** خبر مستفیض کو خبر کی بجائے از قبیل شہادت قرار دینا ہے۔ مستفیض ومتواتر کی جو تعریف عقود الدریہ کے حوالے سے کی گئی وہ بھی اس کی نفی کرتی ہے۔

خبر مستفیض میں رنگ شہادت نہیں بلکہ درحقیقت شہادت میں رنگ خبر ہوتا ہے کہ شہادت درحقیقت خبر ہی ہوتی ہے لیکن چونکہ اس میں لفظ 'اشهد' اور 'حضور' شرط ہے اس لئے وہ خبر کی ایک الگ، مستقل اور جدا قسم قرار دی گئی یہی وجہ ہے کہ قول اصح ومختار پر بلال

رمضان کیلئے بعد توبہ محدود فی القذف کی خبر کے مقبول ہونے کی جہاں فقہا نے وضاحت فرمائی۔ وہاں ہلال رمضان کی خبر کو "من وجہ شہادت" کہکر نامقبول بتانے والی روایت کی مرجوحیت کا بھی ذکر فرمایا۔

چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے: ویقبل فیہ خبر المحدود فی القذف بعد ماتاب، وعن ابی حنیفة رضی الله عنه انه لایقبل لانه شهادة من وجه، والاول اصح لانه من باب الاخبار، ولانه خبر دینی ولیس بشهادة حتی لایشترط فیه لفظها فلایشترط فیه العدد کسائر الاخبار [تبیین الحقائق ملخصاج ۱ ص ۳۲۰] اس کی قدرے تفصیل آگے آرہی ہے۔

نکتۂ لطیف: ہمارے اجلہ فقہائے کرام رحمھم اللہ کا کشف دیکھئے کہ جہاں مذہب معتمد وظاہر الروایہ کے مطابق اختلاف مطالع کا غیر معتبر ہونا بیان فرمایا: حیث قال العلامة علاء الدین الحصکفی رحمه الله علیه فی الدر المختار شرح تنویر الابصار: ان اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاهر المذهب وعلیه اکثر المشائخ وعلیه الفتوی، بحر عن الخلاصة. وہیں یہ تصریح بھی فرمائی کہ دوخطوں میں بعد المشرقین (مشرق ومغرب کی دوری) ہواور ایک خطے کی رویت دوسرے خطے (شہر یا ملک) میں بطریق شرعی ثابت ہوجائے تو عمل واجب ہوگا۔ خواہ روزہ ہو یا عید یا دیگر مہینوں کے ہلال اور قول صحیح اور معتمد پر عید الاضحیٰ بھی، اسی میں مذکورہ عبارت کے بعد ہے: فیلزم أهل المشرق برویة اهل المغرب اذاثبت عندهم رویة اولئک بطریق موجب.

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے: (بطریق موجب) کان یحتمل اثنان الشهادة اویشهدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر [ج ۲ ص ۳۶۴ کتاب الصوم] اہل مشرق پر اہل مغرب کی رویت سے رویت ہلال وروزہ وعید لازم ہوں گے۔ دوایسے ملک کو لے لیجئے جن کا درمیانی فاصلہ مشرق ومغرب مثلاً ہزاروں میل کا ہو جیسے برطانیہ اور ہندستان۔ اگر برطانیہ میں رویت ہلال ہوئی تو کیا سیکڑوں سال پیش تر ان فقہا کے زمانے میں عادۃً یہ ممکن تھا کہ بطریق شہادت یا شہادت علی القضایا بطریق خبر مستفیض

(برطانیہ) کی رویت ہلال ہندستان میں ثابت ہو؟ حالات زمانہ سے باخبر ہر شخص کا جواب نفی میں ہوگا۔تو ظاہر ہوا کہ یہ آئندہ زمانہ سے متعلق حکم شرعی وحجت شرعی کا بیان ہے اور وہ آج کا زمانہ ہے جس میں تیز رفتار ہوائی سفر کے ذریعہ شہادت یا شہادت علی القضا ممکن بلکہ واقع ہے، یوں ہی بعض آلات جدیدہ مثلاً بذریعہ موبائل، کثیر افراد کا جن کی تعداد حد تواتر کو پہونچ جائے ایسے دور دراز شہروں اور ملکوں سے خبریں دینا ممکن بلکہ واقع ہے۔

یہ جزئیہ ہمارے فقہائے کرام کی کھلی کرامت ہے، جس طرح محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام نے ''نوٹ'' کی ایجاد سے تقریباً پانچ سو سال قبل یہ جزئیہ بیان فرمادیا: لو باع كاغذة بألف يجوز ولا يكره۔ اگر کوئی اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے''۔اس تعلق سے امام احمد رضا فرماتے ہیں: اور اگر تحقیق کیجئے تو یہ بعینہ نوٹ کا جزئیہ ہے کہ ان امام نے اس کی پیدائش سے پانچ سو برس پہلے فرمادیا کہ یہی وہ کاغذ ہے جو ہزار کو بکتا ہے، اور کچھ اچنبا نہیں ایسی کرامتیں ہمارے علمائے کرام سے بکثرت ثابت ہوئیں [کفل الفقیہ مشمولہ فتاوی رضویہ ہفتم ص ۱۲۹ سنی دارالاشاعت مبارک پور]

سوال: امام احمد رضا نے تار کی خبروں سے استفاضہ شرعی کے تحقق کو نہیں مانا۔اور اسے غیر معتبر قرار دیا ہے، تو موبائل و ٹیلی فون سے استفاضۂ شرعی کا تحقق کیسے ہوگا؟

جواب: تار میں عام طور پر استفاضہ وتواتر کے تحقق کی صورت نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے تار کی خبر کی بابت اپنے فتاوی میں کہیں یہ فرمایا ''تار کی خبر محض نا معتبر ہے'' یا ''تار کی خبر معتبر ہی نہیں'' اس طرح کے جتنے فتاوی ہیں ان کا تعلق استفاضہ وتواتر کے فقدان سے ہے نہ کہ مطلقاً، اعلیٰ حضرت کے دور میں تار کی خبروں کے حد تواتر تک پہونچنے کی صورت نہیں تھی۔اور استفاضہ جو کہ بمنزلہ خبر متواتر ہے اس کا تحقق متعذر تھا۔لیکن موبائل و ٹیلی فون کی خبریں تواتر تک پہونچ جاتی ہیں، اس لئے شرعاً اس کا اعتبار ہوگا۔

اب ذیل میں فتاوی رضویہ کے وہ اقتباسات ملاحظہ فرمائیں اور وجوہ نا اعتباری پر دقت نظر سے کام لیں۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کے فتوے سے یہ اشعار ہورہا تھا کہ تار کے ذریعہ موصولہ خبریں استفاضہ کے دائرہ میں آجاتی ہیں تو اسکی تردید میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ فرمایا:

(۱) تار تو اصلاً اہلیت شہادت نہیں رکھتا۔ ہاں شاید یہ مراد ہو کہ جب اس شہر سے متعدد تار آئیں تو اعتبار کیا جائیگا اور یہ اس استفاضہ میں داخل ہو جائیگا جسے فقہائے کرام نے دربارہ رویت معتبر رکھا ہے، مگر خیال نہ کیا کہ یہ تعدد ہوگا تو مروی عنہ میں نہ راوی میں (فتاوی رضویہ ج۴ص۶۴۰)

اس سے واضح ہے کہ اگر راوی میں تعدد کی صورت پائی جائے اور وہ تعدد جماعات متعددہ کی حد کو پہونچ جائے۔ تو استفاضہ شرعی کا تحقق ہو جائیگا۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

(۲) تار کی خبر مجہولین، فساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے اور ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں (فتاوی رضویہ ج۴ص۵۲۱)

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ تار کی خبر پر عمل درآمد کیا جا سکتا ہے، اگر تحقیق ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ تار کی خبر قطعاً اعتنا نہیں۔ چوں کہ تار کی خبریں عموماً بے تحقیق ہوا کرتی ہیں اس لئے آپ نے یہ فرمایا "زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں"۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تار کی خبریں مطلقاً غیر معتبر ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو صاف فرمادیتے کہ زنہار عمل نہ کریں" یہ بے تحقیق کا لفظ لانے کی کیا ضرورت تھی۔

کلام الامام امام الکلام۔ بے تحقیق خبر کے تعلق سے فتاوی رضویہ میں ہے: بے تحقیق خبر جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہل شہر کی زبان پر ہو، کان رکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔ نہ کہ ان سے کسی حکم شرعی کا اثبات، انصاف کیجئے تار کی یہی حالت ہے، شہر والے ہرگز یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہوئی، تار کے فارم کس نے لکھے، تار بابو کو فارم دینے کون گیا تھا، تو وہی رہا لا یعلم من اشاعها اور استفاضہ لغوی کے ساتھ "وہ تحقق"، تحقق نہ ہوا۔ [فتاوی رضویہ ج۴ص۵۴۴ سنی دارالاشاعت مبارک پور]

بے تحقیق خبر کی اس وضاحت کے بعد "باتحقیق خبر" کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ خبر دہندگان معلوم ہوں مجہول نہ ہوں، خبر دہندگان غیر فاسق وغیر کافر ہوں۔ تار کی خبر کی بے اعتباری سے متعلق فتاوی رضویہ میں ہے:

وہ بیان ہم تک اصالۃً" نہ پہونچا، بلکہ نقل درنقل ہو کر آیا، صاحب خبر تو وہاں کے

تار والے سے کہہ کر الگ ہوگیا اس نے تار کو جنبش دی اور اس کے کھٹکوں سے جن کے اطوار مختلفہ کو اپنی اصطلاحوں میں علامت حروف قرار دے رکھا ہے اشاروں اشاروں میں عبارت بنائی اب وہ بھی جدا ہوگیا یہاں تک کے تار والے نے ان کھٹکوں پر نظر کی اور ضربات معلومہ سے جو فہم میں آیا نقوش معروفہ میں لایا اب یہ بھی الگ رہا وہ کاغذ کا پرچہ کسی ہرکارے کے سپرد ہوا کہ یہاں پہونچا کر چلتا بنا۔ سبحان اللہ اس نفیس روایت کا سلسلہ سند تو دیکھئے مجہول عن مجہول عن مجہول نامقبول از نامقبول از نامقبول۔ اس قدر وسائط تو لابدی ہیں پھر کبھی نہ ہوتا کہ معزز لوگ بذات خود جا کر تار دیں اب جس کے ہاتھ کہلا بھیجنا مانئے وہ جدا واسطہ، اس پر فارم کی حاجت ہوئی تو تحریر کا قدم درمیان آپ نہ آئے تو کسی انگریزی داں کی وساطت ادھر تار کا بابو اردو نہ لکھے تو یہاں مترجم کی جدا ضرورت، با ایں ہمہ فصل زائد ہوا اور تار وصل نہیں تو نقل در نقل کی گنتی ہی کیا ہے" [فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص:۵۲۵ سنی دار الاشاعت مبارک پور]

یہاں بطور خاص اخیر کے جملے پر نظر دقیق سے کام لیا جائے "تار وصل نہیں" ظاہر ہے کہ جس روایت کا سلسلہ سند مجہول عن مجہول عن مجہول، نامقبول از نامقبول از نامقبول ہو۔ وسائط مجہول ومخدوش ہوں، وہاں "وصل" کیوں کر ہو۔ مگر موبائل اور ٹیلی فون میں نہ وسائط ہیں اور نہ ہی مخبر کے معلوم ہونے کی صورت میں کوئی جہالت، تو ان کے "وصل" ہونے میں کیا کلام؟ کہ یہاں براہ راست مخبرین ہی خبر دیتے ہیں۔

تار کی خبر کے حد تواتر تک نہ پہونچنے کی ایک وجہ تو اعلیٰ حضرت نے یہ ذکر فرمائی!

"دس بیس جگہ سے آنا کافر یا فاسق یا مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کر دیگا، نہ یہاں حد تواتر تک پہونچنا معقول، کہ دس نہیں ہزار جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تواتر نہیں" [فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص:۵۲۸]

دوسری وجہ ان الفاظ میں بیان ہوئی:

"یہاں اگر متعدد جگہ سے خط یا تار آئے بھی تو اولاً وہ ان وجوہ ناجوازی سے جنہیں ہم نے اس فتویٰ میں مفصلاً ذکر کیا، ہرگز بیان مقبول کے سلسلے میں نہیں آسکتے، ڈاک کے منشی، تار کے بابو، چٹھی رساں اکثر کفار یا عموماً مجاہیل یا فساق فجار ہوتے ہیں اور بفرض

باطل آئیں بھی تو یہ **تعدد مخبر عنہ میں ہوا نہ مخبرین میں**، یہاں تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہرگز اتنی جماعات متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقین شرعی حاصل ہو، بلکہ عامہ بلد میں صرف دو ایک ہی تار گھر ہوتے ہیں اور صدر ڈاک خانہ تو ایک ہی ہوتا ہے اگر چہ بڑے شہر میں تقسیم کے لئے دو چار برانچ اور بھی ہوں، بہر حال یہ خط یا تار ہم کو تو معدودی شخصوں کے ذریعہ سے ملیں گے پھر استفاضہ سے کیا علاقہ ہوا؟" [فتاوی رضویہ جلد چہارم ص: ۵۵۸ سنی دارالاشاعت مبارک پور]

فتاوی رضویہ کی مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے واضح ہوا کہ تار کی خبروں کی یہ بے اعتباری عدم تواتر وعدم استفاضۂ شرعی کی بنا پر ہے، نہ یہ کہ تار کی خبر سے مطلقا تواتر کا تحقق نہیں ہو سکتا، بلکہ حد تواتر تک پہونچنے کے لئے جتنی تعداد درکار ہے وہ نہیں پائی گئی اس لئے کہ مخبر عنہم (تار دینے والے) اگر چہ کثیر ہوں متعدد ہوں مگر مخبرین (تار لینے والے بابو) کی تعداد حد تواتر تک نہیں پہونچتی، یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر جہالت کی صورت نہ ہو اور مخبرین کی تعداد حد تواتر تک پہونچ جائے تو وہ خبر قابل اعتبار ہوگی۔

چنانچہ فتوی کے الفاظ '**یہ تعدد مخبر عنہ میں ہوا نہ مخبرین میں**' 'تار لینے والے بابو اگر مسلمان ثقہ ہوں بھی تو ہرگز اتنی جماعات متعددہ نہ ہوں گی جن کی اخبار پر یقین شرعی حاصل ہو' 'خط یا تار ہم کو تو معدود شخصوں کے ذریعہ ملیں گے، پھر استفاضہ سے کیا علاقہ' اس پر شاہد ہیں۔

حاصل عبارات:۔ تار کے ذریعے استفاضۂ شرعی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ (۱) اس میں وسائط کثیر ہیں اور سب مجہول (۲) تار اگر متعدد جگہوں سے آئے تو اس میں بھی وسائط کثیر ہیں اور سب مجہول۔ (۳) تار ایک جگہ سے آئے یا ہزار جگہ سے آئے، مخبَرٌ الیہ تک پہونچانے والا اُس سے متعلق ڈاک گھر کا کوئی ایک کارندہ ہوگا تو یہاں آکر وہ تعدد بھی فوت ہوگیا۔

دربارۂ خط اعلیٰ حضرت کا فتوی ان خطوط سے متعلق ہے جو بذریعۂ ڈاک موصول ہوں جس میں عموما چٹھی رساں کافر، فاسق، مجہول اشخاص ہوتے ہیں یا ایسے دستی خط سے جس میں چٹھی رساں مسلم تو ہو مگر وہ فرد واحد ہو، اور اگر براہ راست بلا ذریعۂ ڈاک موصول ہوں اور خبر رساں معلوم ومعتبر اشخاص ہوں اور حد تواتر واستفاضہ میں ہوں تو ایسے خطوط کے

معتبر ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے؟ اور فقہائے کرام کا یہ فرمانا 'الخط یشبه الخط' تو اس کا تعلق دربارہ استفاضہ نہیں ورنہ اعلیٰ حضرت صاف فرما دیتے کہ خطوط کا مطلقاً کوئی اعتبار نہیں یہ معدودے چند مخصوص سے ملنے کی بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

یہاں یہ بھی واضح ہوا کہ علامہ رحمتی اور علامہ شامی نے جو استفاضہ کا معنی بیان کیا ہے۔ یہ استفاضہ کے لئے کوئی بنیادی امر نہیں ہے۔ کیوں کہ بنیادی امر ہوتا تو مسئلہ تار میں تعدد خواہ مخبر عنہ میں ہو، یا مخبرین، میں یا دونوں میں، یہ بہرصورت غیر معتبر ہوتا کہ 'مخبرین کا آکر بیان دینا' نہ پایا گیا۔ حالانکہ کلام امام اس کا قطعاً مساعد نہیں۔

تارکی خبروں کی بے اعتباری کے جتنے بھی اسباب و وجوہ امام احمد رضا قدس سرہ نے ذکر فرمائے، موبائل و ٹیلی فون کے ذریعہ موصولہ خبروں میں یہ وجہیں نہیں پائی جاتیں کیوں کہ (۱) یہاں مخبرین ہی براہ راست خبر دے رہے ہوتے ہیں۔ (۲) یہاں اصالۃً مخبرین کا ہی تعدد پایا جاتا ہے۔ (۳) یہاں کفار یا مجاہیل کے وسائط نہیں، بلکہ بلا واسطہ مخبرین ہی کی خبریں ہوا کرتی ہیں جو ثقہ و معتمد بھی ہوتے ہیں۔ (۴) خود چاند دیکھنے والے کثیر تعداد میں خبریں دیتے ہیں جن پر جماعات متعددہ کا اطلاق درست ہوتا ہے۔ (۵) یا اپنے شہر کے قاضئ اسلام کے فیصلہ رویت کی کثیر تعداد میں خبریں دیتے ہیں جو حد تواتر کو پہونچ جاتی ہیں۔ (۶) یا جس اسلامی شہر میں حاکم شرع، قاضئ اسلام یا عالم دین متبع الاحکام ہو وہاں سے کثیر تعداد میں یہ خبریں دیتے ہیں کہ یہاں پر بربنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی۔ (۷) یا افراد کثیرہ بالاتفاق بذریعہ موبائل یہ خبریں دیتے ہیں کہ یہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھنا بیان کرتے ہیں جن کا بیان مورث یقین شرعی ہے۔ (۸) موبائل کی خبریں اپنی شرائط کے ساتھ "لایعلم من أشاعها" کی منزل میں نہیں ہوتیں۔ اس سے واضح ہوا کہ موبائل کا حال تار سے بہت مختلف ہے۔ اور دونوں خبروں میں نمایاں فرق ہے۔ تارکی خبریں حد تواتر و استفاضہ کو نہیں پہونچتیں لیکن موبائل کی خبریں حد تواتر و استفاضہ کو بہ آسانی پہونچ جاتی ہیں لہذا اگر مختلف جگہوں سے رویت ہلال کی خبریں موصول ہوں اور باتحقیق ہوں تو استفاضۂ شرعی ہو جائے گا۔

سوال: اعلیٰ حضرت نے عام فتاویٰ میں تارکی بے اعتباری کو مطلقاً ذکر فرمایا ہے۔

جس سے پتہ چلتا ہے کہ تار مطلقا غیر معتبر ہے یہی حال ٹیلی فون کا بھی ہے کہ امورشرعیہ میں اسے آپ نے غیر معتبر قرار دیا ہے۔

جواب: تار کی جو حالت پہلے تھی کہ وسائط مجہول، مخبر صرف ایک دو کافریا فاسق اس کا حکم وہی ہے کہ مطلقا غیر معتبر ہے مگر اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق میں خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو افادات ذکر فرمائے ہیں ان سے یہ واضح ہے کہ جب کوئی خبر بے وسائط ہو، مخبر بھی مجہول نہ ہو، بلکہ معلوم ہو، مخبر صرف ایک دو نہ ہوں بلکہ کثیر معلوم مخبرین ہوں تو ایسی خبر بے اعتبار ہرگز نہیں بلکہ حد شہرت و تواتر کو پہونچ جائے تو استفاضہ متحقق ہو جائے گا۔ اور اس کی بنیاد پر روزہ وعید وغیرہ لازم ہو جائیں گے۔

پھر یہ کہ اعلیٰ حضرت نے جو ٹیلی فون کی خبروں کو غیر معتبر قرار دیا ہے اس کا پس منظر یہی ہے کہ انھیں شہادت کا درجہ دے کر مقبول و معتبر ٹھہرایا جائے چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: 'یوں ہی ٹیلی فون کہ اس میں شاہد مشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے'

[فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۲۷ سنی دارالاشاعت مبارک پور]

مختصر یہ کہ ٹیلی فون سے اگر استفاضۂ شرعی کا ثبوت ہو جائے تو وہ معتبر ہوگا یہاں بھی فتاوی امام مقید ہے اور جہاں مطلق ہے اسی تقیید پر محمول ہوگا۔

اسی میں ہے: ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اسکا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے، اگر وہ کوئی شہادت دے معتبر نہ ہوگی، اور اگر کسی بات کا اقرار کرے تو سننے والے کو اس پر گواہی دینے کی اجازت نہیں۔ ہاں اگر وہ اس کے پیش نظر ہے جسے دوبدو آمنے سامنے سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے ہوں، ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو، اور ٹیلی فون کا واسطہ صرف بوجہ آسانی آواز رسانی کے لئے ہو کہ اتنی دور سے آواز پہونچنا دشوار تھا، تو اس صورت میں اس کی بات جس حد تک شرعاً معتبر ہوتی اب بھی معتبر ہوگی۔ مثلاً خود اپنی رویت کی شہادت ادا کرے تو مانی جائے گی اگر وہ مقبول الشہادۃ ہے

[فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۲۸/۹۲] مذکورہ بالا صورت میں از اول تا آخر شہادت ہی سے متعلق گفتگو ہے اس لئے یہ کہنا حق بجانب ہے کہ اس کا تعلق خاص شہادت سے ہے۔

علامہ رحمتی کے دور میں موجودہ ذرائع ابلاغ نہیں تھے اور اعلیٰ حضرت کے دور میں موبائل نہ تھے، مگر تار ٹیلی فون تھے۔ ذرائع ابلاغ میں کچھ وسعت ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا ' زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں '، اگر یہ مطلقا غیر معتبر ہوتے تو فرمایا جاتا ' زنہار عمل نہ کریں ' بے تحقیق کی قید سے مطلقا عدم اعتبار کا دعویٰ ساقط ہے۔ موبائل کے ذریعہ موصولہ خبریں جب حد تواتر تک پہونچ جاتی ہیں تو یہ بے تحقیق نہ رہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں علامہ رحمتی کے حوالے سے جو معنی استفاضہ بیان کیا گیا ہے وہیں یہ بھی مذکور ہے۔ "**لامجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه**" جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ استفاضۂ غیر شرعی وہ ہے جس میں اشاعت کنندگان معلوم نہ ہوں۔ اسی طرح علامہ شامی کے حوالے سے یہ ہے:

لامجرد الاستفاضة لانها قدتكون مبنية علي اخبار رجل واحد مثلاً فيشيع الخبر ۔ یعنی استفاضہ غیر شرعی وہ خبر ہے جو کبھی فرد واحد کی خبر پر مبنی ہو کر مشہور ہو جاتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ استفاضہ میں مشہور خبر کا ہونا درکار ہے جو بے سند اور افواہی نہ ہو۔ اور فرد واحد کی خبر پر مبنی نہ ہو۔ لہذا ایسی خبر مشہور دربارۂ ثبوت ہلال معتبر ہے۔

سوال: فتاوٰی رضویہ میں ہے آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی۔ اور موبائل ٹیلی فون کے ذریعہ جو خبریں موصول ہوتی ہیں وہ آڑ سے مسموع ہوتی ہیں تو یہ کیوں کر معتبر ہوں گی؟

جواب (الف): آڑ سے مسموع ہونے والی آواز کا غیر معتبر ہونا علی الاطلاق نہیں ہے، جیسا کہ فتاوٰی عالم گیری میں جہاں یہ عبارت ہے "**لوسمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد**" ' پردے کے پیچھے سے سنی جانے والی آواز پر گواہی نہیں دی جاسکتی '، وہیں اس کے بعد استثنائی صورت والی یہ عبارت بھی ہے۔ **الااذا كان في الداخل وحده ودخل وعلم الشاهد انه ليس فيه غيره ثم جلس علي المسلك وليس له مسلك غيره فسمع اقرار الداخل ولايراه لانه يحصل به العلم** (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۲۹) یعنی گواہ کو اگر یقین ہو کہ گھر کے اندر اقرار کرنے والا صرف اکیلا تنہا ہے تو گواہ اس اقرار کرنے والے کے اقرار پر گواہی دے سکتا ہے۔ حالاں

کہ یہ آڑ سے سنی جانے والی آواز ہے۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آڑ سے مسموع آواز مطلقاً غیر معتبر نہیں، پھر فتاویٰ عالمگیری کی اس عبارت کا تعلق باب شہادت سے ہے کہ آڑ سے مسموع ہونے والی بات نہ تو شہادت ہوسکتی ہے۔ نہ اس پر شہادت دی جاسکتی ہے، جہاں کہ "لایسعہ ان یشھد" صریح عبارت ہے اور یہاں گفتگو درباره **استفاضہ** ہے جواز قبیل **خبر** ہے نہ کہ از قبیل **شہادت**۔

(ب) فتاویٰ عالم گیری ہی میں ہے:"**خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان اوفاسقا**" منادی سلطان کی خبر مقبول ہے چاہے وہ عادل ہو یا فاسق، اعلیٰ حضرت نے رسالہ"طرق اثبات ھلال"میں اسے نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے(فتاویٰ رضویہ ج:۴،ص:۵۵۴ مطبوعہ سنی دار الاشاعت مبارکپور)

ظاہر ہے منادی سلطان کی خبر کیلئے یہ ضروری نہیں کہ دوبدو آمنے سامنے ہی ہو، بلکہ منادی کی خبر بالعموم آڑ سے ہی مسموع ہوتی ہے۔ اگر آڑ سے مسموع ہونے والی خبر مطلقاً غیر معتبر ہوتی تو منادی سلطان کی خبر کا بھی اعتبار نہ ہوتا۔

(ج) علامہ شامی نے توپوں کے فائر وغیر ہا علامات بینہ کو حجت وموجب عمل قرار دیا۔ منحۃ الخالق وردالمحتار میں ہے: **لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ (ج۲ص ۱۲۵)**"اس لئے کہ وہ علامت ظاہرہ مفید غلبۂ ظن ہے اور غلبۂ ظن دلیلِ وجوبِ عمل ہے جیسا کہ اس کی تصریح فقہائے کرام نے فرمائی حتی کہ فائر کنندہ کی عدالت بھی شرط نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: **قدیقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبۃ الظن وان کان ضاربہ فاسقاً**۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی توپوں کی آواز سننے کو دلائل ثبوت ہلال میں شمار فرمایا ہے وہ علامہ شامی کے حوالے سے فرماتے ہیں: علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ نے توپیں سننے کو بھی حوالئی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا (الی آخرہ)

(فتاویٰ رضویہ ج۴ص ۵۵۴ مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور)

حوالئی شہر کے دیہات والے تو توپوں کی آواز ہی سنتے ہیں جو آڑ ہی سے سنائی

دیتی ہے پھر یہ دلائل ثبوت ہلال سے مانا گئے۔ تو معلوم ہوا کہ آڑ سے سنائی دینے والی آواز مطلقا غیر معتبر نہیں۔

سوال: اگر آسمان ابر آلود ہو تو ہلال رمضان کے لئے فرد واحد کی خبر و مجرد بیان کافی ہے یا نہیں جب کہ ہندیہ میں اس تعلق سے ''شہادت'' کا لفظ آیا ہے۔ ہندیہ کا جزئیہ ہے۔ **ان کان بالسماء علة فشهادة الواحد علی هلال رمضان مقبولة الخ**، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خبر مجرد خبر نہیں ہے اس میں رنگ شہادت ہے؟

جواب: اگر آسمان ابر آلود ہے تو ہلال رمضان کے ثبوت کے لئے ایک مسلمان عاقل بالغ مستور الحال کا صرف بیان و خبر کافی ہے شہادت ضروری نہیں کہ یہ مجرد خبر ہے، فتاوٰی رضویہ میں ہے، ہلال رمضان مبارک کے لئے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے، اگر چہ مستور الحال ہو، اگر چہ اس کا یہ بیان مجلس قضا میں نہ ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج۴ص۵۴۶) درمختار میں علامہ حصکفی نے یہ تنصیص فرمادی ہے کہ اس بیان و خبر میں لفظ ''أشهد'' اور ''مجلس قضا'' وغیرہ اس لئے ضروری نہیں کہ یہ خبر ہے شہادت نہیں۔ **حیث قال: وقبل بلادعویٰ وبلالفظ أشهد وبلاحکم ومجلس قضاء لأنه خبر لاشهادة للصوم مع علة خبر عدل** ''(ج۲ص۳۵۲) یہاں سے کھلا کہ ہندیہ کی عبارت میں لفظ (شھادۃ) کا اطلاق خبر پر ہے اور وہ بطریق مجاز ہے، شہادت اور خبر دو الگ الگ اصطلاحیں ہیں ان دونوں کے بیچ کسی تیسری قسم کا جو خبر کے ساتھ شہادت کا رنگ لئے ہو، کلام فقہا میں پتہ نہیں۔

سوال: جمع عظیم کے تعلق سے ہندیہ کی عبارت ہے۔ **وان لم یکن بالسماء علة لم تقبل الاشهادة جمع کثیر الخ** اور استفاضۂ خبر کے تعلق سے علامہ رحمتی کی عبارت میں ہے: ''**کل منهم یخبر عن أهل تلک البلدة الخ** تو کیا یہاں **یخبر یشهد** کے قائم مقام ہے؟

جواب: فقہا کی ایسی عبارتوں میں ''**یخبر**'' ''**یشهد**'' کے قائم مقام نہیں۔ بلکہ ''**یشهد**'' ''**یخبر**'' کے قائم مقام ہے۔ یعنی خبر کو بطور مجاز شہادت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہ

جمع عظیم استفاضۂ خبر ہی کی ایک صورت ہے اور استفاضۂ خبر از قبیل شہادت نہیں، از قبیل خبر ہے، اس لئے درمختار میں تعبیر یوں فرمائی گئی۔ **وقبل بلاعلة جمع عظیم یقع العلم الشرعی وهو غلبة الظن بخبرهم**، اور ردالمحتار میں صراحت کی گئی **اخبار جمع عظیم فلایقبل خبر الواحد** [ج ۲ ص ۳۵۶] اور کلام امام میں مذکور ہوا۔ ''ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں'' (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۴۷) علامہ حصکفی، علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت رحمہم اللہ کے پیش نظر ہندیہ کی عبارت بھی تھی اور ضرور تھی۔ مگر ان بزرگوں نے **شہادت** کی بجائے **''خبر و بیان''** ہی سے تعبیر کیا، جس سے واضح ہوا کہ یہ از قبیل خبر ہے۔ یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ علامہ رحمتی کی عبارت میں **"یخبر"** اپنے معنی حقیقی پر ہے اور ہندیہ کی عبارت میں لفظ **"شهادة"** مجاز ہے ہندیہ کی عبارت اور درمختار و ردالمحتار، فتاوٰی رضویہ وغیرہ کی عبارتوں میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابدائے وفاق اور رفع خلاف کی حاجت ہو۔

سوال: کیا خبر مستفیض اور خبر متواتر دونوں مترادف ہیں؟

جواب: یہ دونوں مترادف نہیں، کہ خبر مستفیض کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ افادۂ یقین کرے، اگر غلبۂ ظن ملحق بالیقین بھی ہو تو خبر مستفیض ہے، مگر خبر متواتر نہیں، اور خبر متواتر افادۂ یقین کرتی ہے۔ لہٰذا ہر خبر متواتر خبر مستفیض ہے مگر ہر خبر مستفیض خبر متواتر نہیں۔ کشف الاسرار میں ہے: **الخبر المتواتر هو خبر جماعة مفید بنفسه العلم بصدقه** (ج ۲ ص ۵۲۲)۔ فتاوٰی رضویہ میں **''عقود الدریہ''** کے حوالے سے ہے:

المشهور المتواتر وهو أن یشتهر ویسمع من قوم کثیر لا یتصور اجتماعهم علی الکذب، متواتر اس خبر کو کہتے ہیں جو اتنے کثیر لوگوں سے مسموع ہو جن کا غلط خبر پر اتفاق متصور نہ ہو، عامۂ کتب اصول میں ہے: **المتواتر یوجب العلم القطعی** ''خبر متواتر سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے''، **مسلم و فواتح** میں ہے: **ویوجب الخبر المشهور ظنا قویا**۔ علمائے اصولیین نے خبر متواتر، مستفیض و مشہور اور خبر واحد تینوں قسموں کا فرق بھی واضح کر دیا ہے۔ خبر متواتر میں بالکل شبہ نہیں ہوتا، مشہور میں یک گونہ شبہ رہتا ہے اور احاد میں

ضعف وشبہ ہوتا ہے۔
اصول الشاشی میں ہے: **الخبر علی ثلثة أقسام قسم صح من رسول الله وثبت منه بلا شبهة وهو المتواتر وقسم فيه ضرب شبهة وهو المشهور وقسم فيه احتمال و شبهة وهو الآحاد۔**
مقدمہ مشکوٰۃ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: **الحديث الصحيح ان كان راويه واحد ايسمى غريباوان كان اثنين يسمى عزيزا وان كانوا اكثريسمى مشهورا اومستفيضاوان بلغت رواته في الكثرة الى ان يستحيل العادة تواطوءهم على الكذب يسمى متواترا"۔**
حضرت علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: **وهذه الاستفاضة ليس فيها شهادة على قضاء قاض و لا على شهادة لكن لما كانت بمنزلةالخبر المتواتر و قدثبت بها ان اهل تلك البلدة صامو ايوم كذالزم العمل بها** (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۳ مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور) یہاں علامہ شامی نے استفاضہ کو خبر متواتر نہیں کہا بلکہ بمنزلہ الخبر المتواتر کہا جس سے معلوم ہوا کہ دونوں بعینہ ایک نہیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں یہ خبر (یعنی خبر مستفیض) اگر چہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت۔ نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی با شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا۔ (ص ۵۵۲)
اگر استفاضہ بعینہ خبر متواتر ہوتا تو اعلیٰ حضرت غلبہ ظن ملتحق بالیقین کا ذکر نہ فرماتے۔ بلکہ صاف فرماتے کہ اس مستفیض خبر سے بالیقین وہاں رویت وصوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا۔ معلوم ہوا کہ خبر مستفیض بعینہ خبر متواتر نہیں ہے۔
سوال: کیا استفاضہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حکم حاکم شرع پر مبنی ہو؟
جواب: علامہ شامی کے نزدیک ایسا ہی ہے مگر اعلیٰ حضرت کے نزدیک ایسا نہیں، فتاویٰ رضویہ میں ہے: دربارۂ استفاضہ یہ تحقیق علامہ شامی کی ہے اور اس تقدیر پر دو شرائط ضرور ہیں۔ کہ صوم وعید بر بنائے حکم حاکم شرع عالم متبع احکام ہوا کرتا ہے اور ایک

صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں
کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھنا بیان کرتے ہیں۔ جن کا بیان
مورث یقین شرعی تھا۔ ظاہراً اس تقدیر پر کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضروری نہیں۔
[فتاوی رضویہ ۴/۵۵۱]

سوال: صحت خبر کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ منجملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی درکار ہے۔ اور اتصال بے ملاقات متصور نہیں اس لئے تو امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بالفعل ملاقات کو حدیث کی صحت کے لئے شرط قرار دیا اور امام مسلم نے امکان ملاقات کی شرط رکھی اور جہاں راوی اور مروی عنہ کے درمیان سینکڑوں میل کا فاصلہ ہو تو بدیہی ہے کہ دونوں کا اتصال نہ ہوا خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے اور جب منقطع ہے تو ہرگز بمنزلۂ استفاضہ نہیں ہو سکتی۔

جواب (الف): اعلیٰ حضرت نے تار کی خبروں کو انقطاع کی وجہ سے استفاضہ سے خارج نہیں قرار دیا بلکہ حد تواتر تک نہ پہنچنے کی وجہ سے دو چار تار گھر یا معدودے چند شخصوں کی وجہ سے کہ اس سے تواتر نہیں ہوتا اور جہاں تک موبائل کی بات ہے تو اس کی خبریں حد تواتر تک پہنچ جاتی ہیں پھر یہ کہ اس میں مخبرین یا تو خود براہ راست اپنی رویت کی خبر دیں یا اپنے اپنے شہر کے قاضی یا مفتی کے فیصلے اور اعلانات کی پھر یہاں انقطاع خبر کہاں؟ اپنی رویت کی خبر دینے کی صورت میں تو راوی اور مروی عنہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر اپنے اپنے شہر کے قاضی یا مفتی کے فیصلے اور اعلانات کی خبر دیں تو **لقایا امکان لقا بہر حال محقق ہے پھر استفاضہ کی نفی کیسے ہوگی؟**

سوال: استفاضہ بھی مثل شہادت ہے لہذا شہادت کے تقاضے اور لوازم بھی یہاں درکار ہیں۔

جواب: استفاضہ طرق موجبہ میں سے علحدہ ایک **مستقل** طریقہ ہے، جواز قبیل شہادت نہیں کہ اس کے لیے شہادت کے تمام تر تقاضے اور لوازم کا پایا جانا ضروری ہو بلکہ یہ از قبیل خبر ہے جو مشہور اور باتحقیق ہو۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ خبر (یعنی خبر مستفیض) اگر چہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی

باشہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن متحقق بالیقین وہاں رویت وصوم وعید کا
ہونا ثابت ہوگا (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۵۲) البتہ اتنا ضرور ہے کہ یہ قائم مقام شہادت ہے
بلکہ اس سے اقوی درجہ رکھتا ہے مگر محل شہادت نہیں کہ شہادت کے تقاضے اور لوازم اس کیلئے
ضروری ہوں۔

[ب] آج موبائل کے ذریعہ جو باہمی ربط ہوتا ہے اسے **اتصال** ہی کہا جاتا ہے۔
ماضی میں دور دراز مقامات سے خبر یا روایت لینے دینے کے لیے ایسا کوئی ذریعہ اتصال نہ تھا
بجز اس کے کہ معجزہ یا کرامت کے طور پر دور سے خبر لینا دینا ہو جیسے فاروق اعظم رضی اللہ
تعالی عنہ نے مدینے میں رہ کر حضرت ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ کو نہاوند میں خبر دی اور انہوں
نے اس خبر پر عمل بھی کیا۔ دوسرا طریقہ خط اور قاصد کا تھا۔ اس پر بھی عمل درآمد ہمیشہ رہا ہے
اور خبر یا روایت جیسے بالمشافہ ہوتی تھی، کتابت اور قاصد کے ذریعہ بھی ہوتی تھی۔ اسی طرح
خرید وفروخت، توکیل، وصیت، طلاق وغیرہ معالات میں بھی یہ ذریعہ زیر عمل تھا۔ موبائل یا
ٹیلی فون کا وجود نہ تھا اس لیے اس کا استعمال بھی نہ تھا۔ آج اس کا وجود ہے تو اس کے ذریعہ
درس وتدریس، بیعت وارشاد، استفتاو افتاوغیرہ دینی امور اور خرید وفروخت، توکیل،
وصیت، طلاق وغیرہ عام معاملات بھی عمل میں آتے ہیں اور اس میں کوئی یہ نہیں مان سکتا کہ
مفتی ومستفتی کے درمیان یا شیخ اور تلمیذ ومرید کے درمیان **اتصال** اور لقا نہیں بلکہ **انقطاع**
ہے۔ لہذا مرید کی بیعت درست نہیں، مفتی کا فتوی مستفتی کا اس پر عمل روا نہیں، یا شیخ نے
موبائل پر کوئی حدیث بیان کی تو شیخ کی جانب اس کی نسبت اور اس سے اس حدیث کی
روایت صحیح نہیں۔ جس طرح بالمشافہ خبر وروایت متصل اور درست تھی اس آلۂ جدیدہ کے
ذریعہ خبر وروایت بھی متصل اور جائز ودرست ہے۔ اور آج امت مسلمہ بلکہ ساری دنیا کا اس
پر عمل درآمد بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خبر اور روایت میں شہادت کی طرح حضور اور رُو دَر رُو
ہونا نہ پہلے ضروری تھا نہ اب ضروری ہے۔

ومن ادعى فعليه البيان ،بيانا صريحالا يحتمل النقض والرد
والله الموفق للصدق والصواب و اليه المرجع والمآب .